Format: short story
Genre: nostalgia
Feedback: just sharing (wrote that in the memory of my dad, who passed away in 2020)

سنہرے بٹن

سنتے ہیں ؟ رمضان کا پہلا ہفتہ گزر گیا ہے ۔ اب بازار کے لئے ٹائم نکالیں ورنہ دکاندار قیمتیں بڑھا دیں گے". یہ امی کی وہ" سالانہ پکار ہوا کرتی تھی جس کو سن کر ہم چاروں بہن بھائی سمجھ جایا کرتے تھے کہ ہمارے نئے کپڑے سلنے کا وقت آ پہنچا ہے ۔ اور پھر ایک آدھ دن میں گزوں کے حساب سے کپڑا آ پہنچتا، امی کی سلائی مشین غلاف سے باہر آ جاتی اور یوں ہم سب کے عید سوٹ جھٹ پٹ تیار ہوتے چلے جاتے ۔

اچنبھے کی بات یہ تھی کہ ان کپڑوں میں کبھی بھی ابو کا سوٹ شامل نہ ہوتا۔ کبھی کبھار باجی اس بابت دریافت کرتیں تو ابو کمال بے نیازی سے بات گھما دیا کرتے۔ مگر پھر عید سے ایک دن پہلے امی کی الماری سے کپڑے کا ایک تھیلا نکالا جاتا اور اس میں سے احتیاط سے تہہ شدہ ایک آسمانی شلوار قمیض نکال کر ہینگر میں لٹکائی جاتی۔ پھر اسی الماری کی ایک دراز جسے ہم بہن بھائی زنبیل کہا کرتے تھے، کھولی جاتی جہاں سے امی ململ کی چھوٹی سی تھیلی نکالتیں ۔ اس دوران ہم چاروں اشتیاق سے دم سادھے یہ منظر یوں دیکھتے رہتے جیسے یہ وقوعہ آج پہلی بار ہو رہا ہو۔ اس تھیلی سے امی چھ عدد سنہرے بٹن برآمد کرتیں۔ اور پھر اگلے چند منٹ وہ ایک مسکان لئے ہم سب سے بے خبر اپنے دوپٹے کے کونے سے ان بٹنوں کو چمکاتی رہتیں۔ پھر انہیں ٹانکا جاتا اور یوں ابو کی تیاری مکمل ہو جاتی۔

یوں ہم ہر عید ابو کو اسی سنہرے بٹنوں والی شلوار قمیض میں دیکھتے۔ سچ پوچھیں تو کبھی کبھی مجھے ان چمکیلے بٹنوں کی وجہ سے اس شلوار قمیض سے تھوڑا تھوڑا حسد بھی محسوس ہونے لگتا۔ مگر یہ احساس بھی صرف ایک روزہ ہوتا کیونکہ عید کے دوسرے دن یہ کپڑے دھل کر واپس اسی تھیلے میں غائب ہو جاتے اور وہ بٹن مزید ایک سال کیلئے زنبیل کی زینت بن جاتے۔

ماہ و سال گزرتے چلے گئے ۔ وہ آسمانی شلوار قمیض اور چمکیلے بٹن کئی سال تک یوں ہی اپنا سالانہ دیدار کرواتے رہے مگر شاید رفتہ رفتہ میرے اشتیاق پر وقت کی گرد پڑتی چلی گئی ۔

وقت کا پہیہ چلتا رہا۔ غم روزگار، ازدواجیات اور اولاد، ایک کے بعد ایک منزل طے ہوتی چلی گئی ۔ امی ابو بھی یکے بدیگرے خاک نشین ہو گئے ۔ وقت کے ساتھ ان سے جڑی یادیں بھی دھندلاتی چلی گئیں ۔

یہ سب شاید یوں ہی چلتا رہتا اگر اس روز میں پرانے کاغذات کی تلاش میں زنبیل کا جائزہ نہ لیتا۔ چیزوں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے یکایک وہی ململ کی تھیلی میرے سامنے جھلکی اور یوں ایک ہی لمحے میں میں چالیس سال پیچھے جا پہنچا۔ آج مجھ پر اس سالہا سال پہنی جانے والی شلوار قمیض کی حقیقت آشکار ہوئی۔ اپنی محدود آمدن میں ہم سب کی خوشیاں خریدنے اور ہمارا آنے والا کل سنوارنے کی دھن میں ابو نے اپنا آج اور اس سے جڑی خواہشات تیاگ دی تھیں۔ نہ کوئی شکوہ اور نہ شکایت، بس وہی دھیمی سی مسکراہٹ اور جھیل سی گہرائی اور انکے پیچھے چھپی قربانی اور وفا۔ یہ تھے میرے ابو۔

یہی سب سوچتے ہوئے بے اختیار میری آنکھ سے ایک آنسو چھلکا اور اسی ململ کی تھیلی میں جذب ہو گیا۔